ایک احمدی کو کیا کرنا چاہیے؟ خطبہ الہامیہ بطور مثال

تحریر: عکرمہ نجمی، ترجمہ: صبیح ہمدانی

یہ گفتگو بطورِ خاص احمدیوں کے لیے ہے، خواہ وہ پیدائشی احمدی ہوں یا نومبائع۔ یہ بات سب کے لیے واضح ہے کہ حق سچ کی بات طاقت ور ہوتی ہے، وہی پیروی کے لائق ہوتی ہے اور باطل کے دھوکوں کے سامنے اسے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ جیسا کہ طاقت ور مومن اللہ کے ہاں کمزور مومن سے بہتر ہے، ایسے ہی اپنے آپ کو مومنین کی اکلوتی جماعت اور فرقہ ناجیہ قرار دینے والوں سے بھی یہی تقاضا ہے کہ وہ غور وفکر اور تحقیقِ حق سے نہ کترائیں اور اپنے معتقدات پر نظر ثانی کرنے کی جرأت پیدا کریں۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کس جماعت میں پیدا ہوئے ہیں، بلکہ جب آپ حق و باطل اور شعور و جہالت میں فرق کرنا شروع کرتے ہیں تو اصل شرط یہ ہے کہ جس بات کو آپ پیدائش سے سچائی سمجھتے ہیں اس کو صحیح طرح سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ پھر حق کو اپنا اسلوب وطرزِ زندگی بنائیں اور استقامت کے ساتھ اس پر گامزن ہو جائیں، اس طرح کہ آپ کے اعمال آپ کے دل میں موجود عقائد کی بالفعل تصدیق کرتے ہوں۔ لہٰذا آپ کا کسی خاص مذہبی جماعت کا بیعت فارم پر کر کے اس کا پیرو کار ہو جانا ہرگز یہ مطلب نہیں رکھتا کہ اب آپ کے لیے تحقیق کرنا ممنوع ہو چکا ہے، یا جو عقائد آپ اب رکھتے ہیں یا جن پر آپ کی پرورش ہوئی ہے ان کی تصدیق وتحقیق اور ان پر غور وتدبر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ بلکہ ہونا تو یہ چاہیے کہ ہر تحقیق ہر جستجو آپ کے ایمان میں پہلے سے زیادہ پختگی اور وثوق پیدا کرے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ حق وضاحت وروشنی کا نام ہے جبکہ باطل میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ ہمیشہ برقرار رہ سکے۔ کیا ایسے کمزور اور ناپائیدار باطل کے سامنے قوی وطاقتور حق کے بارے میں کچھ خوف ہو سکتا ہے؟ کیا ایسی ''خدا تعالیٰ کی محبوب'' جماعت کے بارے میں کوئی ڈر ہو سکتا ہے جو کہ (اپنے دعووں کے مطابق) ''خدا تعالیٰ کی طرف سے'' ہے۔ اور جس جماعت کے ارکان دن رات کی ہر گھڑی ان دعووں کو دہراتے رہتے ہیں۔

کیا ''خدا تعالیٰ کی قائم کردہ'' سچی جماعت کے بارے میں یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کے مخالفین بانیٔ سلسلہ کی غلط بیانیوں اور افتراء کو ثابت کر سکیں؟ آج تک کتنے ہی لوگوں نے اسلام پر لاتعداد حملے کیے اور ان گنت شبہات وافتراءات پیش کیے مگر ان میں سے کتنے ثابت کیے جا سکے؟ بلکہ رسول رحمت رسول کریم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت پر ایک بھی دھبہ نہیں لگایا جا سکا۔ پس خدا تعالیٰ کی طرف سے درحقیقت تائید یافتہ جماعت ...... جیسا کہ جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہے ...... ایسی ہونی چاہیے کہ اس پر اور اس کے بانیٔ سلسلہ پر کوئی شبہہ واعتراض ثابت نہ ہو سکے۔ خاص طور پر اس وجہ

سے بھی کہ بانیٔ سلسلہ نے دعوائے نبوت بھی کر رکھا تھا، اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے یقینی حفاظت کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔

جب کوئی احمدی اپنے عقیدے کے بارے میں متذبذب ہو کر از سرِ نو غور کرنے لگتا ہے تو یہ اس کے لیے ایک دشوار ترین وقت ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ ان عقائد کے بارے میں وہ سنجیدگی سے یقین رکھتا ہو، ان کے مطابق زندگی گزارتا ہو، انھی پر اس کی پرورش ہوئی ہو بلکہ اب بھی ہو رہی ہو، وہ اس عقیدے کی لوگوں میں تبلیغ کرتا ہو اور اس کام میں اپنی صلاحیتوں کو کھپانا پسند کرتا ہو۔ ایسا شخص اعتراضات کا مطالعہ صرف اس وجہ سے کرنا شروع کرتا ہے تا کہ وہ اطمینانِ قلب حاصل کرے اور دوسرے لوگوں کی مدد کر کے ان کو بھی مطمئن کرے۔ مگر اس دوران اسے بہت بڑے بڑے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے، اور بالآخر اس کو ادراک ہوتا ہے کہ جماعت میں رہتے ہوئے کی ہر بات ایک بڑے اور لمبے دھوکے کا حصہ تھی۔

میں نے جماعتِ احمدیہ ترک کرنے کا اعلان کیا تو اس میں بھی یہ ذکر کیا کہ پروفیسر ہانی طاہر کی جانب سے بانیٔ سلسلہ پر اٹھائے جانے والے اعتراضات وشبہات کا شافی جواب دینے کے لیے مجھ سے خلیفہ خامس نے بذاتِ خود تحقیق کرنے کا تقاضا کیا، تو اس وقت سب سے پہلے مجھے بھی عربی زبان کے حوالے سے ہی شبہات درپیش ہوئے تھے۔ اس لیے کہ میں اپنے احمدیت کے زمانے میں بانیٔ سلسلہ کی عربی تحریرات سے بے تحاشا متأثر تھا، خاص طور پر مجھے (مرزا صاحب کے لکھے ہوئے) ''خطبہ الہامیہ'' سے ذاتی شغف اور دلی تعلق تھا۔

چنانچہ عربی زبان کے حوالے سے اٹھائے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لینے کے لیے سب سے پہلے میں نے ''خطبہ الہامیہ'' کا ہی انتخاب کیا تھا۔ میرے لیے یہ ایک خوفناک حادثہ تھا جب میں نے اس ''خطبہ الہامیہ''......جس کے بارے میں فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ الہام اور خدا تعالیٰ کی جانب سے براہِ راست وحی پر مشتمل ہے......میں نے اس خطبے میں نحوی ولغوی نوعیت کی متعدد غلطیاں دیکھیں۔ اس سے زیادہ پریشان کن اور ہولناک صورت حال یہ تھی کہ میرے سامنے سرقے اور ادبی چوریوں کی مثالیں آ رہی تھیں اس عبارت میں جس کو میں اب تک وحی الٰہی مانتا رہا تھا۔ معاذ اللہ! خدا تعالیٰ کی وحی اور اس میں سرقہ اور ادبی چوری؟

پس ایک طرف تو بحیثیت ایک احمدی بانیٔ سلسلہ کے خیالات کو خدا تعالیٰ کی وحی قرار دینا اور دوسری طرف اس میں پائے جانے والے اشکالات، لغوی غلطیاں، ادبی سرقے، خدا تعالیٰ کی شان میں سوئے ادب اور اللہ تعالیٰ کی طرف کمزوری اور لایعنی کو منسوب کرنے کا عمل، یہ سب میرے نزدیک انتہائی نوعیت کے جرائم کے درجے کی چیز تھی۔

یہاں میں ''خطبہ الہامیہ'' سے ان باتوں کی چند مثالیں ذکر کرنا چاہوں گا:

لغوی کمزوریاں اور نحوی غلطیاں:

۱: **وإنَّما طُبِع فی مطبع ضیاء الإسلام**

(صحیح: **طُبِعت**) چونکہ ہندستانی زبانوں، اردو پنجابی وغیرہ میں خطبہ مذکر ہے اس لیے مرزا صاحب نے سمجھا عربی میں بھی مذکر ہوگا۔ اس لیے خطبہ کے لیے مذکر کا صیغہ استعمال کیا۔ جبکہ عربی میں خطبہ مؤنث ہے اس لیے اس کے لیے مؤنث کا صیغہ لانا واجب تھا۔

۲: **فمن العجب أنَّ علماء الإسلام اعترفوا بأن الیهود الموعودون فی آخر الزمان لیسوا یهودا فی الحقیقة.**

(صحیح: **الموعودین**) موصوف اور صفت میں اعراب کے اعتبار سے مطابقت ہوتی ہے۔ پیچھے اَنَّ مشبّہ بالفعل موجود ہے اس کی وجہ سے موصوف پر نصب تھی اور صفت کو بھی منصوب ہونا چاہیے تھا۔ مگر مرزا صاحب ایک لفظ پہلے کی بات بھول گئے اور موصوف کے منصوب ہونے کے باوجود اس کی مرفوع صفت لے آئے۔

۳: **وإذا غلب المسیح فاختتم عند ذلک محاربات کلها التی کانت جاریة بین العساکر الرحمانیة والعساکر الشیطانیة.**

(صحیح: **المحاربات**) موصوف نکرہ ہے جبکہ صفت معرفہ لائی گئی ہے۔ حالانکہ موصوف اور صفت میں معرف ہونے کے اعتبار سے مطابقت لانا واجب ہے۔

۴: **وکذلک یکون حربهم بالمواد الناریات.**

(صحیح: **الناریة**) جمع غیر ذوی العقول واحد مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے۔ اس کی صفت بھی واحد مؤنث آتی ہے۔ یہ بات دینی مدارس کے پہلے سال میں پڑھنے والے چھوٹے بچے بھی جانتے ہیں۔

۵: **فلا شک أنَّه ما أوصی إلا لرجل کان لم یره.**

(صحیح: **لم یکن رآه**) غلط اور غیر بلیغ تعبیر۔ عربی زبان کے ذوق کے نہ ہونے کی دلیل۔

۶: **ففکِّر إن کنت ما مسَّک طائف من الجنَّة.**

(صحیح: **إن لم یکن مسَّک**) پچھلی غلطی کی طرح۔

۷: **لأنَّ الله قدَّر أنَّه یجمع الفِرَق المتفرِّقة فی هذا الیوم.**

(صحیح: أنْ یجمع) اَن مصدریہ کی جگہ اَنَّ مشبّہ بالفعل کا بلاضرورت استعمال۔اس بات کی واضح دلیل کے اس خطبے کو لکھنے والا عربی زبان کی بالکل ابتدائی اور سطحی واقفیت رکھتا ہے۔

۸: وقد وعد الله أنَّه یمسک النفس التی قضی علیه الموت.

(صحیح: أنْ یمسک) پچھلی غلطی کی ایک اور مثال۔

۹: وإن هم إلَّا کالصور لیس الروح فیهم.

(صحیح: لا روح فیهم) لائے نفی جنس کی جگہ لیس فعل ناقص کا استعمال۔

۱۰: وأعطی له الکلام الفصیح.

(صحیح: أعطاه) أعطی بذات خود متعدی ہوتا ہے، اسے لام حرفِ جار کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۱: هذا ما أشیر إلیه فی الفاتحة، ما کان حدیثٌ یفتریٰ.

(صحیح: حدیثاً) کانَ وغیرہ افعال ناقصہ کی خبر ہمیشہ منصوب ہوتی ہے۔یہاں مرزا صاحب کو کان کا اسم لفظوں میں نظر نہیں آیا تو خبر کو ہی اسم سمجھ کر مرفوع کر دیا۔یہ غلطی انتہائی سنگین ہے۔کیونکہ یہ درحقیقت قرآن مجید کی ایک آیت کا ٹکڑا ہے جسے مرزا صاحب نحوی اعتبار سے یکسر غلط لکھ گئے ہیں۔

۱۲: ومضیٰ من هذه المائة خمسها إلا قلیلٌ من السنین.

(صحیح: قلیلاً) مستثنیٰ کے اعراب کی پہلی صورت ہے، جہاں مستثنیٰ پر نصب لانا واجب ہوتا ہے۔مگر مرزا صاحب اس کو مرفوع لکھ رہے ہیں۔حالانکہ ہندستان میں علم نحو کی بنیادی اور ابتدائی ترین کتابوں میں یہ قاعدہ لکھا ہوا ہے۔

۱۳: فیکون هذا المثل عبثاً وکذباً لیس مصداقُه فردٌ من أفراد هذه الملّة.

(صحیح: فرداً) لیس کی خبر کو مرفوع کرنا نحوی اعتبار سے انتہائی کمزور ترین علمیت کی دلیل ہے۔

۱۴: ثُمَّ إنَّ بعدهم قومٌ یشهدون ولا یُستشهدون.

(صحیح: قوماً) غالباً مرزا صاحب نے ''بعد'' کو اِنَّ کا اسم سمجھ لیا ہے۔حالانکہ ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے ہیں کہ اسم ظرف کبھی مسند الیہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ شروع میں آنے کے باوجود وہ اِنَّ کی خبر ہوگا، اور قوم اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب لانا واجب ہے۔

۱۵: وإنَّ معی قادرٌ لا یبرحُ مکانی حفظَته.

(صحیح: قادراً) پچھلی غلطی کی ایک اور مثال۔

۱۶: وكان هذا وعدٌ من الله في التوراة والإنجيل والقرآن.

(صحیح: وعداً) کان کی خبر کو مرفوع لایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس روز مرزا صاحب کے عربی کے استاد نے کان وغیرہ اور اِنَّ وغیرہ کے اسم وخبر کا سبق پڑھایا اس روز مرزا صاحب کی طبیعت بالکل حاضر نہیں تھی ورنہ ایسی فاش اور بچگانہ غلطیاں کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

۱۷: بل هو يجري تحت مجاري الأوامر الشريعة الفطرية وفتاوى القوة القدسية ولا يميل عن الاعتدال.

(صحیح: أوامر) اضافت معنویہ میں مضاف پر الف لانا انتہائی بے ہودہ غلطی ہے۔

۱۸: ومن أنكر من أنَّ بعث النبي صلى الله عليه وسلم يتعلّق بالأف السادس كتعلُّقه بالألف الخامس.

(صحیح: من کو حذف کر دیا جائے یہاں بالکل بے معنی ہے)

۱۹: وإذا قيل لهم: بادروا الخير أيُّها الناس!

(صحیح: بادروا إلى الخير) یہ فعل بغیر حرف جر کے متعدی نہیں ہوتا۔

۲۰: وتقولون: ليس ذكر المسيح الموعود في القرآن، وقد ملئ القرآن من ذكره، ولكن لا يراه العمون.

(صحیح: لم يذكر) غلط اور غیر فصیح تعبیر۔

۲۱: فقد أُمر له أن يتبع الشريعة الفطرية.

(صحیح: لہ کو حذف ہونا چاہیے تھا) اُمر بھی بغیر حرف جر متعدی ہوتا ہے۔

۲۲: وإنَّ القصص لا تجري النسخ عليها كما أنتم تقرُّون.

(صحیح: لا يجري) نسخ کو مؤنث سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ عربی میں تو مذکر ہے ہی، اردو پنجابی وغیرہ میں بھی مذکر بولا جاتا ہے۔

۲۳: كلامٌ أفصحت من لدن ربٍّ كريم.

(صحیح: أفصح) کلام کا لفظ مذکر ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے مؤنث سمجھا۔ غالبًا اسے پنجابی کی ''گل بات'' سمجھا ہوگا۔

۲۴: ويكثر المحاربات على الأرض.

(صحیح: وتکشر) محاربۃ مؤنث ہے۔ اوراس بات کو عربی زبان کی بنیادی شدھ بدھ رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ جن اسموں کے آخر میں گول تاء ہو وہ بالعموم مؤنث ہوتے ہیں، مگر مرزا صاحب اس کو مذکر لکھ رہے ہیں۔

۲۵: <u>وينادي</u> الطبائع السليمة للاهتداء.

(صحیح: تنادی) مؤنث کو مذکر لکھنے کی ایک اور مثال۔

۲۶: <u>فيجتمع</u> فرق الشرق والغرب.

(صحیح: فتجتمع) پچھلی غلطی کی ایک اور مثال۔

۲۷: <u>ليدلَّ</u> الصورة على معناها.

(صحیح: لتدلَّ) ایک اور مثال جہاں مؤنث کو مذکر لکھا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے مرزا صاحب مریم اور ابن مریم بیک وقت بننے کے چکر میں جنس کے فرق کو بالکل ذہن سے نکال چکے تھے اسی لیے مذکر اور مؤنث میں فرق نہیں کر پا رہے۔

۲۸: ولا تجرى على ألسنهم إلا قصصٌ نحتت آباؤهم.

(صحیح: نَحَتَها) فعل معروف ہمیشہ فاعل کے مطابق آتا ہے۔ نہ کہ مفعول کے مطابق۔ مرزا صاحب بھول گئے کہ وہ پنجابی نہیں عربی لکھ رہے ہیں۔ اور اس پر مستزاد دعوائے الہام بھی ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے عقل خبط کر کے اس طرح سرِ بازار رسوا نہ کرے۔

۲۹: فهناک تجزى النفس بالنفس والعرض بالعرض وتشرق الأرض بنور ربّها وتهوى عدوُّ صفيِّ الله.

(صحیح: ويهوى) یہاں مذکر کو مؤنث بنا دیا گیا ہے۔

۳۰: وفي هذه الحالة يكون الإنسان مستهلكة الذات غير تابع لأمر النفس.

(صحیح: مستهلک) یہاں خود انسان کو ہی مؤنث بنا دیا گیا ہے۔

۳۱: وليس لي مقامي عنده بظاهر الأعمال ولا بأقوال.

(صحیح: لی کی ضرورت نہیں ہے۔ بے مطلب ہے، اسی طرح ''الأعمال'' پر ''الـ'' نہیں ہونا چاہیے)

اس طرح کی بچگانہ اور سطحی غلطیوں کے بعد (مجھ سمیت) کسی احمدی کے لیے یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ اس خطبے کو اللہ احکم الحاکمین کی پاک وحی کی طرف منسوب کرنے کی جرأت کر سکے؟ (غلطیوں کی تشریح، مترجم کی جانب سے ہے)